غزل نمبر: 2

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا ہے

● مصنف: خواجہ حیدر علی آتش ● صنف: غزل ● ماخذ: کلیات آتش

شاعر کا تعارف:

خواجہ حیدر علی آتش فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ آتش کی زندگی کا زیادہ دورانیہ لکھنو میں گزرا۔ انھیں دبستان لکھنو کا نمائندہ شاعر کہا جاتا ہے۔ وہ مصحفی کے شاگرد تھے۔ ان کی رفعتِ تخیل، آزاد خیالی اور قلندری نے ان کے کلام میں اپنا رنگ دکھایا ہے۔ ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیت ان کی آتش بیانی ہے، جسے لکھنوی مزاج اور تہذیب نے پروان چڑھایا مگر اس کے باوجود ان کے اشعار میں بناوٹ نہیں پائی جاتی۔ اُن کے اشعار میں ہر لفظ موتیوں کی طرح جڑا ہوا نظر آتا ہے۔ انھیں حسن و عشق کی باتوں کو لکھنوی انداز میں بیان کرنے کا فن خوب آتا ہے۔

آتش کی زبان نہایت صاف، سادہ اور سلیس ہے۔ اشعار کی بندش چست اور مضامین شوخ ہیں۔ جوش اور جذبے نے لکھنوی خارجیت کے ساتھ مل کر ایک نئے انداز کو جنم دیا ہے۔ اُن کی شاعری میں فقیرانہ اور آزادانہ شان پائی جاتی ہے۔ وہ اپنے کلام میں تشبیہات اور استعارات کو بڑی مہارت سے استعمال کرتے ہیں، جس سے اُن کے کلام کا حسن بڑھ جاتا ہے۔ صوفیانہ روایت انھیں اپنے خاندان سے ورثے میں ملی تھی۔ اس کی عکاسی ان کی غزلوں
وں میں خوب مل جاتی ہے۔ ان کے کلام سے کسی قسم کی مایوسی کا احساس نہیں ہوتا، بلکہ طبیعت میں شگفتگی اور مسرت پیدا ہوتی ہے۔

آتش کو گزر اوقات کے لیے اودھ کے نواب کی طرف سے کچھ وظیفہ ملتا تھا۔ وہ اس میں قناعت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں: صبا، دیا شنکر نسیم اور نواب مرزا شوق بڑے مشہور ہیں۔ آتش نے غزل میں دو دیوان لکھے۔ انھوں نے ۱۸۴۶ء کو وفات پائی اور لکھنو میں دفن ہوئے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
فسانہ	داستان	ترچھی	ٹیڑھی
خلقِ خدا	اللہ پاک کی مخلوق	نگہ	نگاہ، نظر
غائبانہ	غیر موجودگی میں، عدم موجودگی	طائرِ دل	دل کا پرندہ
زیرِ زمین	زمین کے نیچے سے	شکار	مارنا، قابو میں لانا
زر بکف	ہتھیلی پر سونا لیے ہوئے	نشانہ اڑنا	نشانے پر نہ لگنا
ملک	ملکیت	کج	ٹیڑھا، ترچھا
گُل	پھول	مدعی	دعویٰ کرنے والا
لٹانا	برباد کرنا	داد	تعریف
نامرد	ڈرپوک، بے حوصلہ	عاشقانہ	عاشقوں کی طرح
مُدّعی	دعوے دار، دعویٰ کرنے والا، مقابل	رستم	فارس کا ایک مشہور بہادر پہلوان جس کی داستانیں مشہور ہیں، بہادر، حوصلہ مند
داستاں	حکایت، کہانی، شہرت فسانہ	بے تاب	بے چین
مہمان سرائے	مہمان کو ٹھہرانے کی جگہ، کمرہ	دلِ حزیں	دکھی دل، غمگین
تازیانہ	ہنٹر، چابک	طبل	نقارہ

عَلم	جھنڈا	اجڑا	برباد
شوق راحت منزل	منزل تک جلدی پہنچنے کی دھن، لگن	اسپِ عمر	۔زندگی کا گھوڑا، عمر کا تیزی سے بڑھنا
مہمیز	ایسی خار دار چھڑی جو گھوڑے کو ایڑ لگانے، تیز بھگانے کے لیے ماری جاتی ہے۔		

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

حوالہ شعر:

صنف سخن : غزل
شاعر کا نام : خواجہ حیدر علی آتشؔ
ماخذ : کلیاتِ آتش

مفہوم:

ذرا سن تو سہی لوگ تیرے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں۔ اور تیری پیٹھ پیچھے مخلوق کی تیرے بارے میں رائے کیا ہے۔

تشریح:۔

آتشؔ کا تعلق دبستان لکھنؤ سے ہے جہاں داخلیت کی بجائے خارجیت کا عنصر نمایاں ہے۔ اسی لیے محبوب کے سراپے کی تعریف میں لیے گئے اشعار کی جتنی نادر مثالیں یہاں کے شعراء کے ہاں ملتی ہیں کسی اور دبستان میں نہیں ملتیں۔ خواجہ حیدر علی آتش غزل کے مطلع میں فرماتا ہے کہ آے میرے محبوب! تو سوچ لے کہ اس دنیا میں تیری حقیقت کیا ہے؟ تو ذرا ان باتوں اور کہانیوں کو سن لے جو آپ کے پیٹھ پیچھے لوگ تیرے بارے میں کرتے ہیں یعنی اصل حقیقت وہی ہے جو لوگ آپ کے پیچھے یا غیر موجودگی میں بیان کرتے ہیں۔ یہاں شاعر محبوب کی بے وفائی، بے رخی، جفا اور ظلم و ستم کے بارے میں اسے حقیقت بتا دینا چاہتا ہے۔ لوگ آپ کے سامنے آپ کی تعریف کرتے ہیں مگر آپ کی غیر موجودگی میں آپ کی خامیاں بیان کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ "زبان خلق نقارہ خدا" یعنی لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہی بات اللہ تعالیٰ کی بھی ہوتی ہے۔ اگر کوئی انسان چاہتا ہے کہ وہ لوگوں کی نظروں میں کیسا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ ان باتوں کو سنے جو لوگ اس کی غیر موجودگی میں کرتے ہیں۔ یہاں شاعر اپنے ایک پیشہ ورانہ حریف کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ حیدر علی آتش ایک دوسرے شاعر امام بخش ناسخ کو سنا رہا ہے کہ تمہیں چاہیئے کہ معلوم کرو کہ لوگ آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے بارے میں کیا باتیں کرتے ہیں۔ دونوں شعراء ایک دوسرے پر مختلف مواقع پر شاعری کی زبان میں وار کرتے تھے۔ شاید یہ اشارہ اسی کی طرف ہو۔

برابرے کے علاوہ بھلا بھی ہوتا ہے
ہر آدمی میں کوئی دوسرا بھی ہوتا ہے

آتش کا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ لوگ اس حوالے سے بہت پریشان ہوتے ہیں کہ مخلوق ان کے بارے میں کیا سوچتی ہے۔ اگر انسان اچھے اعمال کرے اور خدمتِ خلق کرے تو یقیناً اسے اچھے سے الفاظ یاد رکھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر وہ ظلم و زیادتی سے کام لے تو اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھی جاتی اور وہ لوگوں میں بدنام ہو جاتا ہے۔ انسانی تعریف و مذمت کا معیار اس کا لوگوں کے ساتھ حسن سلوک ہے۔

سامنے ہے جو اسے لوگ برا کہتے ہیں
جس کو دیکھا ہی نہیں اُس کو خدا کہتے ہیں

شعر نمبر2:

زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل سو زبکف
قارون نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

حوالہ شعر:

صنف سخن : غزل
شاعر کا نام : خواجہ حیدر علی آتشؔ
ماخذ : کلیاتِ آتش

مفہوم:

جو زمین کی سطح سے پھول اوپر آرہا ہے اور اسکے دامن میں سونا در اصل قارون کا لٹایا ہوا خزانہ ہے۔

تشریح:۔

آتشؔ کا تعلق دبستان لکھنؤ سے ہے جہاں داخلیت کی بجائے خارجیت کا عنصر نمایاں ہے۔ اسی لیے محبوب کے سراپے کی تعریف میں لیے گئے اشعار کی جتنی نادر مثالیں یہاں کے شعراء کے ہاں ملتی ہیں کسی اور دبستان میں نہیں ملتیں۔ شاعر نے اس شعر میں ایک بہت تاریخی واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ایک مالدار شخص زکوٰۃ نہ دینے اور موسیٰ پر تہمت لگانے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے مال جائید اد اور تمام خزانوں جس میں سونے اور جواہرات کے ڈھیر شامل تھے، زمین میں دھنسایا گیا۔ شاعر کہتا ہے کہ جو پھول زمین سے اگتا ہے اُس کا رنگ سنہرا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ان پھولوں نے قارون کے خزانے کے سونے سے رنگ چرایا ہے یعنی پھولوں کا سنہرا رنگ قارون کے خزانے کے سونے کی وجہ سے ہیں۔ اس شعر میں تلمیح سمیت صنف حسن تعلیل استعمال ہوا ہے۔ تلمیح میں کسی تاریخی واقعے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ یہاں اشارہ قارون کو خزانوں سمیت زمین میں دھنسانے کے طرف ہے۔ حسنِ تعلیل میں کسی واقعے یا چیز کے سبب وہ بتانا جو اصل میں وہ نہ ہو۔ یہاں پر پھولوں کے سنہرے رنگ کی وجہ قارون کے خزانے کا سونا بتایا گیا ہے۔

اہل مال جاؤ تو قارون سے مل تولو
پوچھو کہاں چلا ہے یہ دولت لیے ہوئے

شعر نمبر3:

اڑتا ہے شوق راحت منزل سے اسپِ عمر
مہمیز کہتے ہیں کسی اور تازیانہ کا

حوالہ شعر:

صنف سخن : غزل
شاعر کا نام : خواجہ حیدر علی آتشؔ
ماخذ : کلیاتِ آتش

مفہوم:

عمر کا گھوڑا دن اور رات کے تازیانے کی وجہ سے اڑتا ہی چلا جارہا ہے۔

تشریح:

خواجہ حیدر علی آتش کا شمار اردو کے عظیم شعرا میں ہوتا ہے اپ کے کلام میں جابجا ترکِ دنیا اور تصوف کے حامل اشعار پائے ہیں۔ اس شعر میں خواجہ حیدر علی آتش ایک بہت بڑے راز سے پردہ اٹھارہے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان اس دنیا میں بھیجا گیا ہے ایک مخصوص عمر اور حد تک پہنچنے کے لیے۔ اس کے بعد اس نے دنیا سے کوچ کرنا ہی ہے۔ انسان کا مقصدِ تخلیق، اللہ کی عبادت کرنا ہے وہ اس سے بھی بے خبر رہتا ہے حالانکہ اس خوبصورت اور آرائش وزیبائش سے بھرپور دنیا میں زندگی کے خوبصورت دن تیزی کے ساتھ آگے اپنی منزل کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ انسان موت کو گلے لگالیتا ہے۔ یہ دنیا دھوکے کے سامان سے بھری پڑی ہے۔

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لا الہ الا اللہ

انسان کا خوبصورت بچپن، طاقتور جوانی، کمزور بڑھاپا، چشم زدن میں یہ مراحل طے ہوتے ہیں اور انسان آخر کار موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ اس حوالے سے انسان لاچار و بے بس ہے اور اس دنیا میں لمبی لمبی امیدوں کے سہارے زندگی میں نہ حاصل ہونے والے خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ لیکن جب حکم ربیؐ آجاتا ہے تو انسان بے بسی سے اپنی روح کو اپنے جسم سے نکلتا دیکھتا ہے۔ جس طرح ایک گھڑ سوار اپنے گھوڑے کے دوڑانے کے لیے چابک یا ہنٹر کا سہارا لیتا ہے۔ اس چابک کے خوف سے گھوڑا تیز دوڑتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح انسان بھی عمر کی سواری پر سوار ہے۔ اس عمرِ رواں کو تیز دوڑانے کے لیے دن اور رات چابک کا کام دیتے ہیں۔ حالانکہ انسان خود چاہتا ہے کہ زندگی تھم جائے اور دنیا میں ہمیشہ زندہ رہے لیکن ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ ہر انسان کو ایک مقررہ عمر گزار کر واپس لوٹنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کلام پاک میں فرماتا ہے،

" كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" بے شک ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

اس مضمون کو ایک شاعر نے یوں بھی بیان کیا ہے کہ

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی سے چلے

شعر نمبر4:

طبل و عَلَم ہے پاس نہ اپنے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا

حوالہ شعر:

صنف سخن	:	غزل
شاعر کا نام	:	خواجہ حیدر علی آتشؔ
ماخذ	:	کلیاتِ آتش

مفہوم:

نہ ہمارے پاس کوئی عہدہ ہے نہ کوئی جاہ و جلال ہے۔ اس لیے ہمارے خلاف ہو کر کوئی کیا کرے گا۔

تشریح:

آتشؔ کا تعلق دبستان لکھنؤ سے ہے جہاں داخلیت کی بجائے خارجیت کا عنصر نمایاں ہے۔ اسی لیے محبوب کے سراپے کی تعریف میں لیے گئے اشعار کی جتنی نادر مثالیں یہاں کے شعراء کے ہاں ملتی ہیں کسی اور دبستان میں نہیں ملتیں۔ شاعر اس شعر میں اپنے درویشی، قلندری اور دنیا سے بے نیازی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے پاس نہ تخت و تاج ہے نہ لشکر اور جھنڈا ہے اور نہ بادشاہت کی دوسری چیزیں جیسے کہ نقارہ اور خزانہ وغیرہ۔ میرے پاس تو دنیاوی لحاظ سے کچھ بھی نہیں ہے اس لیے مجھ سے حکمران وقت، عام لوگ اور آسمان و قسمت کیوں دشمنی کرے گا اور اگر کوئی مجھ سے دشمنی کرتا بھی ہے تو میرا کیا بگاڑے گا۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ جو مجھ سے چھین لے گا۔ یہاں پر شاعر اس دنیا سے بے نیازی کے بارے میں کہتا ہے کہ میں کسی سے بھی نہیں ڈرتا کیونکہ مجھے کسی بھی چیز کے چھن جانے کا خوف نہیں ہے۔

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس شخص کے پاس مال و دولت کی کثرت ہو یا وہ شان و شوکت کا مالک ہو اس سے لوگ حسد کرتے ہیں۔ اسکی مخالفت کرتے ہیں۔ شاعر کے پاس نکارے ہیں نہ ہی علم ہے اور نہ حکومت و اقتدار ہے۔ اس لیے یہ بات سمجھ سے بالا تر ہے کہ زمانہ کیوں ہمارے خلاف ہو چکا ہے۔ ہم تو فقیر منش اور درویش قسم کے لوگ ہیں اس لیے ہمارے مخالفت کر کے دنیا والوں کو کیا حاصل ہو گا۔ یہ تو خوامخواہ وقت کا ضیاع ہے۔ در اصل شاعر اپنی بے نیازی اور عاجزی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ شاعر اپنے حریفوں سے مخاطب ہیں جو شاعری کے میدان میں تو مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں لیکن شاعر کے بارے میں غلط قسم کی افواہیں اڑا کر اس کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔

یقیں ہے مجھ کو اپنے دست و بازو، عزم و ہمت پر
بلا سے گر مخالف ہے یہ دور آسماں میرا

شعر نمبر 5 :

ہوتا ہے زرد سن کے جو نام مرد مدعی
رستم کی داستاں ہیں ہمارا فسانہ کیا

مفہوم :

ہمارا نام سن کر مدعی کا رنگ کیوں زرد پڑ جاتا ہے ہمارے پاس کوئی رستم کی طاقت یا داستانیں تو ہیں نہیں۔

تشریح :

خواجہ حیدر علی آتش اور امام بخش ناسخ کے ادبی معرکے اردو شاعری میں بہت مشہور ہیں۔ ان کی شاعرانہ مخاصمت کے نتیجے میں شاعری میں بہترین اشعار اردو شاعری کو چار چاند لگاتے ہیں۔ غزل کا چوتھا، پانچواں، اور مقطع کے مخاطب آتش کے حریف ناسخ ہی ہیں۔ اس شعر میں بھی آتش ناسخ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ رستم جو کہ بڑا ایک مشہور پہلوان بھی ہے۔ اور اردو شاعری میں بڑی مشہور تلمیح بھی ہے اور یہ ایک مشہور زمانہ ایرانی جنرل اور پہلوان ہو گزرا ہے، جس کی بہادری کے قصے زبان زدِ عام تھے لیکن یہی رستم مسلمانوں کے ہاتھوں جنگ قادسیہ مارا گیا تھا۔ آتش بیان کر رہے ہیں کہ جس طرح میدان میں رستم کا نام سن کر بڑے بڑے پہلوانوں کے رنگ زرد پڑ جاتے تھے۔ اسی طرح شاعری میں میرا نام سن کر میرا بد قسمت حریف بھی خوف سے کانپتا ہے۔ شاعری اور وہ بھی اچھی شاعری ہر ایک کے بس کا روگ نہیں ہوتی خود آتش بیان کرتے ہیں۔

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگوں کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

آتش اور ناسخ میں معاصرانہ چشمک تھی لیکن وہ اس گھٹیا سطح پر کبھی نہیں اتری جس کا نظارہ اہل لکھنؤ مصحفی اور انشاء کے معاملہ میں دیکھ چکے تھے۔ اصل میں دونوں کے شاعرانہ انداز ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے۔ ناسخ کے پیرو مشکل مضامین کے دلدادہ تھے جبکہ آتش کے معتقدین محاورے کی صفائی، کلام کی سادگی، شعر کی تڑپ اور کلام کی تاثیر پر جان دیتے تھے۔

اس شعر میں آتش اپنے حریف سے مخاطب اور کہتے ہیں کہ جس طرح رستم کے سامان سامنے بڑے بڑے پہلوانوں کے قدم اکھڑ جاتے تھے اس طرح شاعری میں ہمارے مخالفین ہمارے معیار کا کلام پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ تاریخی طور پر بھی یہ بات ثابت ہے کہ امام بخش ناسخ اور خواجہ حیدر علی آتش کی معاصرانہ چپقلش عروج پر تھی، اور دونوں کے کلام میں اس کا گہرا اثر نظر آتا ہے گو دونوں باکمال شاعر ہیں لیکن ناقدین خواجہ حیدر علی آتش کو ایک ناسخ کے مقابلے میں ایک اچھا ہے شاعر تصور کرتے ہیں۔ خواجہ حیدر علی آتش، ناسخ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ

طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا

شعر نمبر 6 :

بے تاب ہے کمال ہمارا دل حزیں
مہمان سرائے جسم کا ہو گا روانہ کیا

مفہوم :

روح جسم کے مہمان سرائے سے رخصت ہونے کو تیار ہے اور اس وجہ سے ہمارا دل اداس ہے۔

تشریح :

خواجہ حیدر علی آتش اس شعر میں زندگی حقیقت سے پردہ اٹھا رہے ہیں، کہ انسان اس دنیا میں محض چند گھڑیوں کا مہمان ہے۔ اللہ رب العزت نے جب انسان کو تخلیق کرنے کا ارادہ فرمایا تو روح کو جسم میں داخل ہونے کا حکم ارشاد فرمایا، لیکن روح اس پنجرۂ خاکی میں آنے کو تیار نہ تھی۔ پھر جب ربّ ارض و سماوات کی طرف سے یہ ارشاد ہوا کہ ایک مقررہ حد تک تجھے اس تاریک خانے میں قید رہنا ہے۔ پھر واپس لوٹ کے آنا ہے۔ تو روح انسانی جسم میں داخل ہو گئی لیکن جب بندہ فانی اس دنیا میں تشریف لاتا ہے تو روح بھی جسم کے ساتھ دنیا کی لذات سے واقف ہو کر اس بات سے بے خبر ہو جاتی ہے کہ

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

دنیا میں دل لگائے انسان اس حقیقت سے بے خبر رہتا ہے اور وہ دنیا کو ہی کل کائنات سمجھ لیتا ہے۔ اس بات سے غافل ہو جاتا ہے کہ اصل زندگی مرنے کے بعد ہے۔ کیونکہ،

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

ایک طرف اللہ کے بندے ہوتے ہیں جو دنیا کی حقیقت کو سمجھ کر اس میں ایسے قیام کرتے ہیں گویا مسافر سرائے میں قیام کرتے ہیں اور صبح ہوتے ہی کوچ کے لیے تیار ہو جاتے ہیں دنیا میں رہتے ہوئے بھی ان کا دل ہر وقت بے چین و بے تاب رہتا ہے۔ ان کے ذہن میں ہر وقت واپسی کا سفر اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کا خیال موجود رہتا ہے۔ اس حدیث کا مصداق، ہادی برحق صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ

"مومن کے لیے دنیا قید خانہ ہے"

لیکن اللہ والے دنیا سے جانے کی ہر وقت تیار رہتے ہیں بلکہ بے تاب رہتے ہیں

گھر بھی جانا ہے مسافر کہ نہیں
مت پہ کیا مار ہے کیا ہونا ہے

شعر نمبر 7:

یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے
آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا

حوالہ شعر:

صنف سخن	:	غزل
شاعر کا نام	:	خواجہ حیدر علی آتش
ماخذ	:	کلیاتِ آتش

مفہوم:

میرا کلام پختہ اور اعلیٰ پائے کا ہے۔ قدر دانوں کو اس کی حیثیت تسلیم کرنی چاہیے۔

تشریح:۔

آتش کا تعلق دبستان لکھنؤ سے ہے جہاں داخلیت کی بجائے خارجیت کا عنصر نمایاں ہے۔ اسی لیے محبوب کے سراپے کی تعریف میں لیے گئے اشعار کی جتنی نادر مثالیں یہاں کے شعراء کے ہاں ملتی ہیں کسی اور دبستان میں نہیں ملتیں۔ غزل کے مقطع میں شاعر کہتا ہے کہ میرے مخالفین اگر حسد، جلن اور پیشہ ورانہ چپقلش کی وجہ سے مجھے میرے اشعار پر شاباش نہ دے اور میری تعریف نہ کرے تو یہ الگ بات ہے ورنہ میری یہ غزل ایک شاہکار ہے یعنی میں نے اس غزل میں اپنے محبوب کی تعریف اور حسن و ادا کا جو بیان کیا ہے، اس وجہ سے یہ غزل بہت ہی عاشقانہ یعنی خوبصورت ہے۔ اب ممکن ہے دیگر شعرا جو مجھ سے کینہ، بغض اور حسد رکھتے ہیں وہ اس کی تعریف نہیں کریں گے۔ اکثر ہم عصر شعرا کا ایک دوسرے کے ساتھ پیشہ ورانہ چپقلش اور حسد رہتا ہے اس لیے وہ ایک دوسرے کے اشعار اور کلام کی تعریف نہیں کرتے کیونکہ اس سے ان کی اپنی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ غالب اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

آتش دبستان لکھنؤ کے ایک بڑے شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ جن شاعروں کی وجہ سے دبستان لکھنؤ کا وقار اور مرتبہ قائم ہوا ان میں ایک اہم نام خواجہ حیدر علی آتش کا ہے۔ آتش کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے زبان کی صحت اور صفائی پر زور دی۔ انہوں نے اردو زبان کو لطیف، نازک، خوبصورت اور دلکش بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آتش کی غزلوں کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے محاورات کا استعمال بہت خوبصورتی سے کیا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے الفاظ اور تراکیب کے بہتر استعمال سے اپنے اشعار میں حسن پیدا کیا ہے۔ ان کا ماننا تھا کہ شاعری ایک فن ہے جس میں لفظوں کا استعمال اچھا ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی غزلوں میں اس کا خاص خیال رکھا اور زبان کو خوبصورت بنایا۔ اس مقطع میں بھی خواجہ حید علی آتش کے مخاطب کے امام بخش ناسخ ہیں جن سے اُن کی شاعرانہ نوک جھوک اکثر رہتی تھی۔ ناقدین کے نزدیک خواجہ علی آتش ناسخ سے کہیں بڑے شاعر ہیں۔

مدعی بستہ زباں کیوں نہ ہو سن کر میرے شعر
کیا چلے سحر کی جب صاحب حجاز آیا

مشقی سوالات

سوال نمبر1: خواجہ حیدر علی آتش کی اس غزل کے متن کے پیش نظر مختصر جواب لکھیں۔

(الف) زیرِ زمیں سے جو گل بھی آتا ہے وہ زر بکف کیوں ہوتا ہے؟

جواب: وجہ

شاعر بیان کرتا ہے کہ جو پھول زمین سے اگتا ہے تو اس کا رنگ سنہرا ہے ممکن ہے کہ ان پھولوں نے قارون کے خزانے کے سونے سے رنگ چرایا ہو یعنی پھولوں کا سنہرا رنگ کارون کے خزانے کے سونے کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

(ب) اسپِ عمر مہمیز اور تازیانے کے بغیر ہی کیوں اڑا جاتا ہے؟

جواب: زندگی کا گزرنا

گھڑ سوار جب گھوڑے کو تیر دوڑاتا ہے تو اس کو تیز دوڑانے کے لیے چھڑی یا تازیانے سے مارتا ہے، تو گھوڑا تیز اڑتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح زندگی گزارنے کے لیے دن اور رات کا چابک قدرت نے عمر گزارنے کے لئے مقرر کر رکھا ہے اور بغیر مہمیز اور تازیانے کی زندگی گزرتی چلی جارہی ہے اور ایک دن انسان زندگی کے منزل یعنی کہ موت تک پہنچ جاتا ہے۔

(ج) طبل و علم اور ملک و مال کن لوگوں کے پاس ہوتا ہے؟

جواب: شاہی نشانیاں

جنگی لشکر اور لشکروں کے علم یہ بادشاہوں کی کی بادشاہی کی علامت ہوتے ہیں۔ بادشاہوں کے پاس ملک بھی ہوتا ہے اور بے تحاشہ مال بھی ہوتے ہیں طبل و علم اور ملک و مال بادشاہوں کی شان کا اظہار ہوتے ہیں۔

(د) ہمارا دل حزیں کیوں کمال بے تاب ہے؟

جواب: بے تابی کی وجہ

ہمارا دل اس لیے کمال بے تاب ہے کہ اس جسم سے روح کب روانہ ہو گی۔ یعنی کہ اللہ تعالی سے ملاقات کب ہو گی۔

(ہ) شاعر غزل کے مقطع میں کس سے غزل کی داد پانے کا خواستگار ہے؟

جواب: مخالف شاعر

خواجہ حیدر علی آتش غزل کے مقطع میں اپنی غزل کی داد اپنے مخالف شاعر جناب امام بخش ناسخ سے پانے کے خواستگار ہیں۔

سوال نمبر2: غزل کے متن کو مدِ نظر رکھ کر کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ کے ساتھ ملائیں۔

جواب:

کالم الف	کالم ب
خلق خدا	غائبانہ
گل	زر بکف
قاروں	خزانہ
اسپِ عمر	تازیانہ
مہمیز	راحت منزل
رستم	داستاں
غزل	عاشقانہ

سوال نمبر3: درج ذیل الفاظ کا درست تلفظ اعراب لگا کر واضح کریں۔

خلق خدا، زر بکف، مہمیز، طبل و علم، مدعی، رستم

جواب:

خَلقِ خُدا ، زَربَکَف، مِہمِیز، طَبَل و عَلَم ، مُدّعِی ، رُستَم

کثیر الانتخابی سوالات

درست جواب کی نشان دہی کریں۔

19. شاعری میں خواجہ حیدر علی آتش نے تخلص استعمال کیا۔
(A) آتش (B) حیدر (C) فنا (D) ذوق

20. خواجہ حیدر علی آتش کے والد ترک سکونت کر کے فیض آباد آئے۔
(A) لکھنو سے (B) دلی سے (C) حیدر آباد سے (D) اودھ سے

21. شاعری میں خواجہ حیدر علی آتش نے اصلاح لی۔
(A) میر تقی میر سے (B) امام بخش ناسک سے (C) قلندر بخش جرات سے (D) شیخ ہمدانی مصحفی سے

22. خواجہ حیدر آتش ہمیشہ وضع قطع میں رہتے تھے۔
(A) سادگی (B) سپاہیانہ (C) امیری (D) رکھ رکھاؤ

23. لکھنو میں شاعری میں خواجہ حیدر علی آتش کے ہمسر حریف تھے۔
(A) سید انشاءاللہ خان (B) امام بخش ناسخ (C) مرزا رفیع سودا (D) شیخ ہمدانی مصحفی

24. یوں مدعی حسد سے نہ دی داد تو، نہ دے
آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا
اس مقطع میں خواجہ حیدر علی آتش کے مخاطب ہیں۔
(A) میر تقی میر (B) سید انشاءاللہ خان (C) امام بخش ناسخ (D) ابراہیم ذوق

25. اے انسان سن تو سہی کہ زمانے میں تیرا کیا ہے۔۔۔
(A) کہانی (B) حکایت (C) تذکرہ (D) افسانہ

26. انسان اس بارے میں متجسس رہتا ہے کہ خلق خدا اس کے بارے میں کیا کہتی ہے۔
(A) غائبانہ (B) خیالات (C) گفتگو (D) کلام

27. آتش کے بقول زیر زمین سے گل آتا ہے۔۔
(A) خوشبودار (B) بے کار (C) زر بکف (D) خوبصورت

28. قارون نے راستے میں لٹایا تھا۔
(A) مال (B) جوہرات (C) اسباب (D) خزانہ

29. شوق راحت منظر سے اڑتا ہوتا ہے۔
(A) کارواں (B) کہکشاں (C) اسپ عمر (D) جاوداں

30. اس پہ عمر شوق راحت منزل کے لیے ہے۔
(A) تازیانہ (B) مہمیز (C) چابک (D) A, B دونوں

31. شاعر کے پاس نہ ہی طبل و علم ہے اور نہ ہی ہے۔
(A) خزانہ (B) مال و دولت (C) شوق (D) ملک و مال

32. ہم سے خلاف ہو کر کیا کرے گا۔۔۔

(A) زمانہ (B) افراد (C) لوگ (D) قوم

33. شاعر کا فسانہ سن کے زرد ہو جاتا ہے۔

(A) مخالف (B) مدعی (C) دشمن (D) رقیب

34. شاعر کا فسانہ داستان تھوڑی ہے۔

(A) فریدون کی (B) ہمایوں کی (C) رستم کی (D) بابر کی

35. شاعر حیران ہے کہ اس کا دل حزیں ہے۔

(A) پریشان (B) بے تاب (C) غمگین (D) دکھی

36. جسم کے مہمان سرائے سے مراد ہے۔

(A) اعضا (B) آنکھیں (C) باطن (D) روح

37. مدعی شاعر کی شاعری کی داد نہیں دیتا۔

(A) حسد کی وجہ سے (B) رقابت کی وجہ سے (C) دشمنی کی وجہ سے (D) حیرانی کی وجہ سے

38. غزل کے مقطع میں مدعی سے مراد ہے۔

(A) میر تقی میر (B) حیدر علی آتش (C) ابراہیم ذوق (D) امام بخش ناسخ

39. آتش اپنی غزل کو قرار دے رہے ہیں۔

(A) بہترین (B) باکمال (C) عاشقانہ (D) کلام موزوں

40. ضرب المثل کے معنی ہوتے ہیں۔

(A) مثال دینا (B) مثال دے کر بیان کرنا (C) مانند قرار دینا (D) الفاظ دہرانا

41. دوسرے شعر میں تلمیح ہے:

(A) زیرِ زمیں (B) قارون (C) خزانہ (D) لٹایا

42. حیدر علی آتش کی جائے پیدائش ہے:

(A) آگرہ (B) دلی (C) لکھنو (D) فیض آباد

43. پہلے شعر میں مرکب اضافی ہے۔

(A\) جہاں میں (B) خلق خدا (C) سن تو سہی (D) غائبانہ

کثیر الانتخابی سوالات کے جوابات

D	10	C	9	A	8	D	7	C	6	B	5	B	4	D	3	B	2	A	1
D	20	A	19	D	18	B	17	C	16	B	15	A	14	D	13	D	12	C	11
										B	25	D	24	B	23	B	22	C	21